فتاویٰ امن پوری (قسط۲۹۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کا عرش مخلوق ہے؟

(جواب): قرآن، حدیث اور ائمہ اہل سنت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ عرش الٰہی مخلوق ہے۔ لغوی اعتبار سے عرش بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا عرش مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش سے جدا اس کے اوپر بلند ہے، نیز متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، استوا اور نزول کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس کا عرش پر استوا اور نزول ایسے ہے، جیسے اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے، اس پر ایمان واجب ہے۔

عرش حق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی کرسی سے الگ مخلوق ہے، عرش کی جسامت اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عرش کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے، احادیث میں اس کے پائیوں کا ثبوت ہے۔ عرش الٰہی پر ایمان لانا اُمور غیبیہ میں سے ہے، کیونکہ عرش کی مکمل صفات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ کا عرش آسمانوں پر ہے، اس کا انکار کفر ہے۔

جہمیہ جیسے گمراہ فرقے عرش سے مراد بادشاہت لیتے ہیں، یہ باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے عرش کو پیدا کیا، عرش کے بعد پانی پیدا کیا، اس کے بعد عرش پر بلند ہوا۔ اللہ تعالیٰ عرش یا دیگر مخلوقات کا محتاج نہیں۔ عرش الٰہی کو فنا نہیں۔

قرآن وحدیث میں عرش الٰہی کی تخلیق اور اس کی صفات کا ثبوت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾(البروج : ١٥)

''اللہ تعالیٰ بزرگی والا اور عرش کا خالق و مالک ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾(التّوبة : ١٢٩)

''اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے۔''

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... إِشَارَةً إِلَى أَنَّ الْعَرْشَ مَرْبُوبٌ وَكُلُّ مَرْبُوبٍ مَخْلُوقٌ .

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ عرش کا رب ہے اور جس کا رب ہو، وہ مخلوق ہوتی ہے۔''

(فتح الباري : 405/13)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾(المؤمنون : ١١٦)

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ عزت والے عرش کا رب ہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾(النّمل : ٢٦)

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ عظمت والے عرش کا رب ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾(غافر : ۷)

''جو فرشتے اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش کے اردگرد ہیں۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ﴾(هود : ۷)

''پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش (آسمانوں کے اوپر) پانی پر تھا۔''

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِذَا أَنَا بِمُوسٰى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ .

''اچانک میں (روزِ محشر) دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔''

(صحيح البخاري : 2412، صحيح مسلم : 2374)

❁ اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي إِثْبَاتِ الْقَوَائِمِ لِلْعَرْشِ دَلَالَةً عَلٰى أَنَّهٗ جِسْمٌ مُرَكَّبٌ لَهٗ أَبْعَاضٌ وَأَجْزَاءٌ وَالْجِسْمُ الْمُؤَلَّفُ مُحْدَثٌ مَخْلُوقٌ .

''عرش کے پائے ثابت ہیں، جو اس بات پر دلیل ہیں کہ عرش مرکب جسم ہے، جس کے اجزاء ہیں۔ مرکب جسم مخلوق ہوتا ہے۔''

(فتح الباري : 13/405)

❁ سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى .

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، پھر اس پر بلند ہوا۔''

(مسند الإمام أحمد : 12/4، مسند الطيالسي : 1189، سنن التّرمذي : 3109، سنن ابن ماجه : 182، الأسماء والصفات للبيهقي : 864، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٤١) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(العُلو، ص 19)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَقَاوِيلُ أَهْلِ التَّفْسِيرِ عَلٰى أَنَّ الْعَرْشَ هُوَ السَّرِيرُ، وَأَنَّهٗ جِسْمٌ مُجَسَّمٌ، خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَمَرَ مَلَائِكَتَهٗ بِحَمْلِهٖ .

''مفسرین کے اقوال کے مطابق عرش سے مراد تخت ہے، یہ مجسم جسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو اسے اٹھانے کا حکم دیا ہے۔''

(الأسماء والصّفات : 272/2)

❀ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَدْءُ الْخَلْقِ الْعَرْشُ وَالْمَاءُ وَالْهَوَاءُ .

''(اللہ تعالیٰ کی) ابتدائی تخلیق عرش، پانی اور ہوا ہے۔''

(الأسماء والصّفات : 806)

❀ امام ابن ابی زمنین مالکی رحمہ اللہ (٣٩٩ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ قَوْلِ أَهْلِ اَلسُّنَّةِ : أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ الْعَرْشَ .

''اہل سنت والجماعت کا (اجماعی واتفاقی) عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کو پیدا کیا۔''

(أصول السنّة، ص 88)

❁ امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (۲۹۷ھ) فرماتے ہیں:

تَوَافَرَتِ الْأَخْبَارُ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ بِذَاتِهٖ، ثُمَّ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ فَصَارَ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ وَمِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْعَرْشِ، فَهُوَ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ وَفَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ مُتَخَلِّصًا مِّنْ خَلْقِهٖ، بَائِنًا مِّنْهُمْ، عِلْمُهٗ فِي خَلْقِهٖ، لَا يَخْرُجُونَ مِنْ عِلْمِهٖ .

''احادیث متواترہ اس پر دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہوا، چنانچہ وہ آسمانوں کے اوپر اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے علیحدہ وجدا ہے، اس کا علم اس کی مخلوق میں ہے، وہ اس کے علم سے باہر نہیں ہوسکتے۔''

(كتاب العرش، ص 2)

(سوال): اللہ تعالیٰ کی کرسی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمان وزمین سے وسیع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے۔ اللہ کی کرسی سے مراد وہی کرسی ہے، جسے لغت میں کرسی کہا جاتا ہے، البتہ اس کی مکمل کیفیت اور ہیئت اللہ کے علم میں ہے، اس پر ایمان واجب ہے۔ اس کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماع سلف میں موجود ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (البقرة: ٢٥٥)

”اللہ تعالیٰ کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔“

العظمۃ لابی الشیخ (۲/۵۵۲، وسندہ حسن) میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرسی سے مراد موضع القدمین (پاؤں رکھنے کی جگہ) ہے۔ کئی اسلاف کی یہی تفسیر ہے۔ یا کرسی سے مراد حقیقی کرسی ہے، جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

❀ مشہور لغوی امام، ابو منصور ازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ رِوَايَةٌ اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى صِحَّتِهَا، وَالَّذِي رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْكُرْسِيِّ أَنَّهُ الْعِلمُ، فَلَيْسَ مِمَّا يُثْبِتُهُ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ .

”(عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی موضع القدمین والی) اس روایت کے صحیح ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ کرسی سے مراد علم ہے، تو اسے ائمہ حدیث ثابت نہیں سمجھتے۔“

(تهذيب اللّغة : 33/10)

کرسی کی تاویل علم، قدرت، عرش عظیم، عرش اور ساتویں آسمان کے دربان سے کرنا درست نہیں، اسلاف اُمت میں سے کسی سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ لَا يُفْنِيهِمَا ...... أَيْضًا وَإِنَّهُمَا لَمَخْلُوقَانِ

”عرش اور کرسی کو اللہ تعالیٰ فنا نہیں کرے گا، نیز یہ دونوں مخلوق ہیں۔“

(متن القَصيدة النّونية، ص 12)

سوال: کیا یہ سوال کرنا جائز ہے کہ (این اللہ؟) اللہ کہاں ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کس جہت میں ہے، اس بارے میں سوال کرنا جائز ہے اور جواب میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات کرنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اس کا علم وقدرت تمام مخلوقات کو محیط ہے، یہ ائمہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے، کتاب وسنت کی واضح نصوص اور آثار سلف اس پر دال ہیں۔

❁ سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعىٰ غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَابِيَّةِ، فَاطَّلَعَتْ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ : ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ : أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ .

''میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوابیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔ میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟

بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مؤمنہ ہے۔''

(صحیح مسلم: 537)

❁ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

مَعَانِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَاضِحَةٌ يَّسْتَغْنِي عَنِ الْكَلَامِ فِيهَا، وَأَمَّا قَوْلُهٗ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، فَعَلٰى هٰذَا أَهْلُ الْحَقِّ .

''اس حدیث کا مفہوم واضح ہے، جس پر مزید کلام کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ رہا رسول اللہ ﷺ کا سوال کہ اللہ کہاں ہے؟ اور لونڈی کا جواب کہ آسمانوں کے اوپر ہے، اہل حق کا یہی عقیدہ ہے۔''

(التّمہید: 80/22)

❁ نیز لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ لِلْجَارِيَةِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَعَلٰى ذٰلِكَ جَمَاعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُمْ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَرُوَاتُهُ الْمُتَفَقِّهُونَ فِيهِ وَسَائِرُ نَقَلَتِهٖ، كُلُّهُمْ يَقُولُ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهٖ : ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه : ٥)، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ وَعِلْمُهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ .

''اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا لونڈی سے کہنا کہ اللہ کہاں ہے؟ اسی پر اہل سنت والجماعت ہیں، جو کہ اہل حدیث، حدیث میں فقہ رکھنے والے روات اور تمام ناقلین ہیں۔ وہ صرف وہی بات کہتے ہیں، جو اللہ نے اپنی

کتاب میں نازل فرمائی ہے:﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ: ٥)اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔''

(الاستذکار: 337/7)

امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (٢٨٠ھ) لکھتے ہیں:

فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَلَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، وَلَوْ كَانَ عَبْدًا، فَأُعْتِقَ لَمْ يُجزْ فِي رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ، إِذْ لَا يَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ أَمَارَةَ إِيمَانِهَا مَعْرِفَتَهَا أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، وَفِي قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكْذِيبٌ لِّقَوْلِ مَنْ يَّقُولُ: هُوَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، لَا يُوصَفُ بِ «أَيْنَ»، لِأَنَّ شَيْئًا، لَّا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ يَّسْتَحِيلُ أَنْ يُّقَالَ: أَيْنَ هُوَ؟ وَلَا يُقَالُ: أَيْنَ إِلَّا لِمَنْ هُوَ فِي مَكَانٍ، يَّخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ. وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا يَدِّعِي هٰؤُلَاءِ الزَّائِغَةُ، لَأَنْكَرَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهَا وَعِلْمَهَا، وَلٰكِنَّهَا عَلِمَتْ بِهٖ، فَصَدَّقَهَا رَسُولُ اللّٰهِ وَشَهِدَ لَهَا بِالْإِيمَانِ بِذٰلِكَ، وَلَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ كَمَا هُوَ فِي السَّمَاءِ لَمْ يَتِمَّ إِيمَانُهَا حَتّٰى تَعْرِفَهٗ فِي الْأَرْضِ كَمَا عَرَفَتْهُ فِي السَّمَاءِ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ اللہ زمین میں نہیں، بلکہ آسمانوں کے اوپر ہے، مومن نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا شخص غلام ہو اور آزاد کر دیا جائے، تو مومن گردن کی آزادی میں کام نہیں دے گا، کیونکہ وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر نہیں مانتا، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ نے اس (لونڈی) کے ایمان کی نشانی ہی اس کی اس معرفتِ الٰہی کو قرار دیا ہے کہ اللہ آسمانوں پر ہے، آپ ﷺ کے سوال کہ اللہ کہاں ہے؟ میں ان لوگوں کی بات کی تکذیب ہے، جو اللہ کو ہر جگہ مانتے ہیں، کیونکہ جو چیز ہر جگہ موجود ہو، اسے ''کہاں'' سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ جس چیز سے کوئی جگہ خالی نہ ہو، اس کی بابت یہ پوچھنا محال ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ''کہاں'' کا سوال اسی چیز کے متعلق کیا جائے گا، جو ایک جگہ میں ہو اور دوسری جگہ میں نہ ہو۔ اگر بات اسی طرح ہوتی، جس طرح یہ گمراہ لوگ دعوی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس لونڈی کی بات کو غلط قرار دیتے اور اسے تعلیم دیتے، لیکن اس نے اس حقیقت کو جان لیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تصدیق کی اور اس وجہ سے آپ نے اس کے ایمان کی گواہی بھی دی۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرح زمین میں بھی ہوتا، تو لونڈی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہونا تھا، جب تک وہ اس کے زمین میں ہونے کا بھی اقرار نہ کر لیتی، جیسا کہ اس نے اسے آسمانوں پر مانا تھا۔''

(الرّد علی الجهمية، ص 46-47)

۞ نیز لکھتے ہیں:

قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، دَلِيلٌ

عَلٰى أَنَّهَا لَوْ لَمْ تُؤْمِنْ بِأَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ لَمْ تَكُنْ مُؤْمِنَةً، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ إِلَّا مَنْ يَّحُدُّ اللّٰهَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ.

''رسول اللہ ﷺ کا اسے مؤمنہ قرار دینا دلیل ہے کہ اگر وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم نہ کرتی، تو وہ مؤمنہ نہ ہوتی، نیز یہ کہ مومن گردن کی آزادی میں وہی غلام یا لونڈی کام دے سکے گی، جو اللہ ورسول کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم کرے۔''

(نقض الإمام الدّارمي على بشر المريسي :226/1)

۞ مزید لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيُ كُلُّهَا تُنَبِّئُكَ عَنِ اللّٰهِ أَنَّهُ فِي مَوْضِعٍ، وَأَنَّهُ عَلَى السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، وَأَنَّهُ عَلَى الْعَرْشِ دُونَ مَا سِوَاهُ مِنَ الْمَوَاضِعِ، قَدْ عَرَفَ ذٰلِكَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَآمَنَ بِهٖ وَصَدَّقَ اللّٰهَ بِمَا فِيهِ، فَلِمَ تَحْكُمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ أَيُّهَا الْعَبْدُ الضَّعِيفُ بِمَا هُوَ مُكَذِّبُكَ فِي كِتَابِهٖ، وَيُكَذِّبُكَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَوَ لَمْ يَبْلُغْكَ حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِلْأَمَةِ السَّوْدَآءِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، فَهٰذَا يُنَبِّئُكَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَكَيْفَ تَتْرُكُ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُولُهُ وَتَخْتَارُ عَلَيْهِمَا فِي

ذٰلِكَ قَوْلَ بِشْرٍ وَالثَّلْجِيِّ وَنُظَرَائِهِمَا مِنَ الْجَهْمِيَّةِ .

''یہ تمام آیات اللہ کے متعلق آپ کو آگاہ کرتی ہیں کہ وہ ایک جگہ میں ہے اور وہ جگہ آسمانوں کے اوپر ہے، نہ کہ زمین پر، نیز وہ عرش پر ہے، نہ کہ کسی اور جگہ پر۔ یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہو جاتی ہے، جو قرآن پڑھتا ہے، اس پر ایمان لاتا ہے اور اس میں موجود اللہ کے جملہ فرامین کی تصدیق کرتا ہے۔ اے کمزور انسان! تو اللہ پر وہ حکم کیسے لگاتا ہے، جسے اللہ اپنی کتاب میں اور اس کا رسول اپنے فرامین میں غلط قرار دیتا ہے یا آپ کو وہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ فام باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ کہا: آسمانوں کے اوپر۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مومنہ ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں۔ تو آپ کیونکر بشر اور ثلجی جیسے جہمیوں کی باتیں راجح قرار دیتے ہو، اللہ اور رسول ﷺ کو چھوڑ کر۔''

(النّقض على بشر المريسي :1/145-146)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

هٰكَذَا رَأَيْنَا فِي كُلِّ مَنْ يُّسْأَلُ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ يُبَادِرُ بِفِطْرَتِهِ وَيَقُولُ : فِي السَّمَاءِ، فِي الْخَبَرِ مَسْأَلَتَانِ : إِحْدَاهُمَا : شَرْعِيَّةُ قَوْلِ الْمُسْلِمِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ وَثَانِيهِمَا : قَوْلُ الْمَسْئُولِ : فِي السَّمَاءِ، فَمَنْ أَنْكَرَ هَاتَيْنِ الْمَسْأَلَتَيْنِ، فَإِنَّمَا يُنْكِرُ عَلَى الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جس سے بھی پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی فطرت

کے مطابق یہی کہے گا کہ آسمانوں میں ہے۔ اس حدیث میں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان کے لیے یہ پوچھنا مشروع ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ جس سے سوال کیا جائے، اس کا یہ کہنا بھی مشروع ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ ان دو باتوں کا انکاری مصطفیٰ ﷺ کی بات کا انکاری ہے۔''

(العلوّ، ص 26)

۞ علامہ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (۶۰۰ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ أَجْهَلُ جَهْلًا، وَأَسْخَفُ عَقْلًا، وَأَضَلُّ سَبِيلًا مِّمَّنْ يَقُولُ: إِنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يُّقَالَ: أَيْنَ اللّٰهُ، بَعْدَ تَصْرِيحِ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ بِقَوْلِهٖ: أَيْنَ اللّٰهُ؟.

''اس سے بڑا جاہل، کم عقل اور گمراہ کون ہوسکتا ہے، جو صاحب شریعت (محمد رسول اللہ ﷺ) کی واضح صراحت کے بعد بھی کہے کہ أَيْنَ اللّٰهُ ''اللہ کہاں ہے؟'' کہنا جائز نہیں؟''

(الإقتصاد في الإعتقاد، ص 89)

بعض اس واضح نص کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں سوال اللہ کے مکان کا نہیں، بلکہ اس باندی کے دل میں رب تعالیٰ کی عظمت اور علو مرتبت کا ہے اور اس کے جواب کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے، بلکہ مراد علو مرتبت ہے۔

بعض اس حدیث کی یوں تحریف کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے باندی سے پوچھا کہ کیا تو اللہ کو خالق، مدبر اور فعّال سمجھتی ہے؟......وغیرہ

قرآن، حدیث اور سلف صالحین کے روشن فہم اور فطرت سلیمہ کے ہوتے ہوئے ان

تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں۔حق وہی ہے، جسے سلف نے اختیار کیا، کیونکہ وہ سب سے زیادہ قرآن اور حدیث کی نصوص کو سمجھنے والے تھے۔ائمہ محدثین نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کی دلیل لی ہے۔

(سوال): امام ترمذی رحمہ اللہ اور آپ کی جامع کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔''ترمذ'' سمرقند میں واقع ہے، اسی مناسبت سے آپ کو ''ترمذی'' کہا جاتا ہے۔ترمذی میں مشہور اعراب تاء اور میم کا کسرہ ہے۔اَلتِّرْمِذِيُّ

آپ رحمہ اللہ بالاجماع ثقہ امام ہیں۔آپ لاریب فقیہ اور مجتہد ہیں۔کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ جَمَعَ وَصَنَّفَ وَحَفِظَ وَذَاكَرَ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے، جنہوں نے حدیث جمع کیں، اس پر کتابیں تصنیف کیں، احادیث حفظ کیں اور ان کا مذاکرہ کیا۔''

(الثقات : 153/9)

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثِقَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، لَهُ كِتَابٌ فِي السُّنَنِ، وَكَلَامٌ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ ...... مَشْهُورٌ بِالْأَمَانَةِ وَالْعِلْمِ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ بالاتفاق ثقہ ہیں، سنن پر آپ کی ایک کتاب ہے، نیز جرح وتعدیل کے باب میں بھی آپ رحمہ اللہ کے اقوال موجود ہیں ......آپ رحمہ اللہ

امانت اور علم میں مشہور ہیں۔‘‘

(الإرشاد: 829)

۞ حافظ سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ يُقْتَدٰى بِهِمْ فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ، صَنَّفَ كِتَابَ الْجَامِعِ وَالتَّوَارِيخِ وَالْعِلَلِ تَصْنِيفَ رَجُلٍ عَالِمٍ مُتَفَنِّنٍ، وَكَانَ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِي الْحِفْظِ وَالضَّبْطِ.

’’امام ترمذی رحمہ اللہ ان ائمہ میں سے ہیں، جن سے علم حدیث میں راہنمائی لی جاتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے جامع، تاریخ اور علل پر کتابیں لکھیں ہیں، جو آپ کے عالم اور اہل فن ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ حفظ اور ضبط میں آپ رحمہ اللہ ضرب المثل ہیں۔‘‘

(الأنساب: 42/3)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثِقَةٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ.

’’امام ترمذی رحمہ اللہ بالاجماع ثقہ ہیں۔‘‘

(میزان الاعتدال: 678/3)

۞ امام ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كِتَابُهُ أَنْفَعُ مِنْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ، وَمُسْلِمٍ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَقِفُ عَلَى الْفَائِدَةِ مِنْهُمَا إِلَّا الْمُتَبَحِّرُ الْعَالِمُ، وَكِتَابُ أَبِي عِيسٰى يَصِلُ إِلٰى فَائِدَتِهِ كُلُّ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ.

''امام ترمذی ﷫ کی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ مفید ہے، کیونکہ صحیحین سے صرف ماہر عالم فائدہ اٹھاتا ہے اور امام ترمذی ﷫ کی کتاب سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔''

(تاريخ الإسلام للذّهبي : 617/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

كِتَابُ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ عِنْدِي أَفْيَدُ مِنْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، قُلْتُ : لِمَ؟ قَالَ : لَا يَصِلُ إِلَى الْفَائِدَةِ مِنْهُمَا إِلَّا مَنْ يَّكُونُ مِنْ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ التَّامَّةِ وَهٰذَا كِتَابٌ قَدْ شَرَحَ أَحَادِيثَهٗ وَبَيَّنَهَا فَيَصِلُ إِلٰى فَائِدَتِهٖ كُلُّ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمَا .

''امام ابوعیسیٰ ترمذی ﷫ کی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ مفید ہے۔ میں (محمد بن طاہر مقدسی ﷫) نے پوچھا: وہ کیسے؟ فرمایا: صحیحین سے صرف ماہر ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، جبکہ امام ترمذی ﷫ نے اس کتاب میں احادیث کی شرح کر دی ہے اور اس کے مطالب کو واضح کر دیا ہے، اس لیے اس کتاب سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے، خواہ وہ فقیہ ہوں، محدث ہوں یا کوئی اور۔''

(التّقييد لابن نقطة، ص 98، شروط الأئمة السّتة لابن الطاهر المقدسي، ص 24، جزء فيه خمس أحاديث لابن بلبان، ص 42)

۞ مزید فرماتے ہیں:

كِتَابُ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ أَحْسَنُ كِتَابٍ صَنَّفَ فِي الْإِسْلَامِ،

وَأَقْرَبُهُ مَأْخَذًا لِاهْتِدَاءِ الْمَرْءِ إِلٰى مَا يُرِيدُهُ سَرِيعًا بِلَا مُشَقَّةٍ، وَكَلَامُهُ عَلٰى فِقْهِ الْحَدِيثِ الَّذِي يُورِدُهُ فِيهِ حَسَنٌ .

''امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب اسلام میں لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے بہتر ہے، اس سے استفادہ کرنا بہت آسان ہے، کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے احادیث کی جوفقہ بیان کی ہے، وہ بہت عمدہ ہے۔''

(الأربعون على الطّبقات لعلي بن المفضل المقدسي، ص 326، واسطة العقد الثمين في أسانيد الكتب التي انعقد على صحتها إجماع المسلمين للحافظ أبي عبد الله محمد بن مرزوق، ص 117)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْأَئِمَّةِ طَافَ الْبِلَادَ وَسَمِعَ خَلْقًا مِنَ الْخُرَاسَانِيِّينَ وَالْعِرَاقِيِّينَ وَالْحِجَازِيِّينَ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ ان ائمہ میں سے ایک ہیں، جنہوں نے (طلب علم کے لیے) ملکوں کے سفر کیے، آپ رحمہ اللہ نے خراسان، عراق اور حجاز کے کئی ایک ائمہ سے سماع حدیث کیا۔''

(تَهذيب التّهذيب : 387/9)

❁ نیز ''ثقہ حافظ'' بھی کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 6206)

امام ترمذی رحمہ اللہ ضبط واتقان اور حفظ میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے حجاز میں محمد بن یحییٰ بن ابی عمر عدنی، بصرہ میں محمد بن بشار بندار، محمد بن مثنیٰ،

عمرو بن علی فلاس وغیرہ، واسط میں ابو الشعثاء علی بن حسن، کوفہ میں ابو کریب علی بن منذر، بغداد میں حسین بن صباح، احمد بن حسان، احمد بن منیع، ری میں ابو زرعہ، خراسان میں علی بن حجر، محمد بن علی بن حسن، قتیبہ بن سعید اور محمد بن یحییٰ نیشاپوری رحمہم اللہ سے سماع حدیث کیا۔

آپ رحمہ اللہ نے امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج قشیری، امام ابو محمد عبد الرحمٰن بہرام سمرقندی اور ابو الحسن ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کے پاس امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح کے علاوہ کئی دوسری کتابیں بھی تھیں، جن سے آپ بھرپور مستفید ہوئے۔

محدثین کی ایک بڑی جماعت نے آپ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا ہے۔

بعض متاخرین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کو ''متساہل'' قرار دیا ہے، ہمارے مطابق یہ بات علی الاطلاق درست نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کو اصطلاحات حدیث سے بھر دیا ہے، بعض اہل علم آپ کی اصطلاحات کو سمجھنے سے قاصر رہے، یوں امام رحمہ اللہ کو ''متساہل'' باور کیا۔

تنبیہ:

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الایصال'' میں امام ترمذی رحمہ اللہ کو ''مجہول'' کہا۔ پھر ایک رسالہ بنام ''الباہرۃ'' لکھا، جس میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی مدح وثنا کی۔ جو دلیل ہے کہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے متعلق ''مجہول'' کے قول سے رجوع کرلیا تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کو پہنچان لیا تھا۔

جامع الترمذی:

جامع ترمذی کی چھ روایات ہیں؛ ① ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشی ② ابو ذر محمد بن

ابراہیم ③ ابومحمد حسن بن ابراہیم قطان ④ ابوحامد احمد بن عبداللہ تاجر ⑤ ابوالحسن وذاری ⑥ ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل محبوبی مروزی رحمہ اللہ (۳۴۶ھ)

آخری روایت سب سے زیادہ مشہور ہے۔

سنن ترمذی کے نسخوں میں سب سے معتبر نسخہ ابو الفتح عبد الملک بن عبد اللہ کروخی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ) کا ہے۔

جامع ترمذی ہر دور میں متداول رہی ہے۔ اہل علم سے اس کتاب کی خدمت کی ہے، اس کی شروحات لکھی ہیں، جن میں علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ کی عارضۃ الاحوذی، حافظ ابن سید الناس کی ''النفح الشذی'' علامہ سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ، حافظ عراقی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی شروحات ہیں۔ دور حاضر میں محدث محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحفۃ الاحوذی نامی عدیم النظیر شرح لکھی ہے، جس میں پہلوں کا علم جمع کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح فی الباب پر بھی اہل علم نے کتابیں لکھیں ہیں، فی الباب کی تقریباً تمام روایات کی تخریج کر لی گئی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ ائمہ اہل سنت والجماعت میں سے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں صفات باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ذکر کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کتاب میں اہل حدیث کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے۔

امام رحمہ اللہ نے جہمیہ، معتزلہ، رافضہ، خوارج، مرجئہ، اشاعرہ، قدریہ اور اہل الرائے وغیرہ کا رد کیا ہے۔

آپ کی جامع کا نام «اَلْجَامِعُ الْكَبِيرُ الْمُخْتَصَرُ فِي السُّنَنِ الْمُسْنَدَةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعْرِفَةِ الصَّحِيحِ وَالْمَعْلُولِ وَمَا

عَلَيْهِ الْعَمَلُ» ہے۔

جامع ترمذی چونکہ فقہی ترتیب پر مشتمل ہے، اس لیے بعض نے اسے سنن ترمذی کا نام دیا ہے، بعض نے صحیح الترمذی کہا ہے، یہ دونوں نام تغلیباً ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث سنی ہیں، جیسا کہ سنن ترمذی میں دو احادیث کے متعلق خود امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعَ مِنِّي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ هٰذَا الْحَدِيثَ .

''یہ حدیث مجھ سے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے سنی ہے۔''

(سنن الترمذي: 3303، 3727)

امام ترمذی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح عالی سند بھی رکھتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے (سنن ترمذی: ۲۶۲۰) میں ایک ''ثلاثی الاسناد'' حدیث نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ایک سو باون (۱۵۲) کتابیں جمع کی ہیں۔ جن میں ''علل صغیر'' بھی شامل ہے۔ سنن ترمذی میں کل تین ہزار نو سو چھپن (۳۹۵۶) احادیث مذکور ہیں، یہ وہ احادیث ہیں، جو امام رحمہ اللہ نے مکمل باسند ذکر کی ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فی الباب کے تحت کئی احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، اگر انہیں جمع کیا جائے، تو جامع ترمذی کی احادیث کی تعداد مسند احمد بن حنبل کے قریب پہنچ جائے۔

سنن ترمذی رحمہ اللہ کا ایک امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ پر دلالت کرنے والی جتنی روایات ہیں اور جن صحابہ سے مروی ہے، ان کا نام فی الباب کے تحت ذکر کر دیا ہے، تا کہ استفادہ کرنے والے کے لیے آسانی ہو اور کتاب کا حجم بھی نہ بڑھے۔

امام رحمہ اللہ تقریباً ہر حدیث پر اپنی تحقیق و تحکیم پیش کرتے ہیں۔ احادیث کا اختلاف

ذکر کرتے ہیں، قرائن کی بنیاد پر راجح احتمال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ حدیث کے موصول اور مرسل و منقطع ہونے کی بھی نشاندہی کرتے ہیں، رواۃ حدیث کی پہچان کراتے ہیں، ان کے نام، کنیت، علاقہ، قبیلہ وغیرہ ذکر کر دیتے ہیں۔ رواۃ پر جرح وتعدیل پر مبنی کلام کرتے ہیں۔ جرح وتعدیل کے حوالہ سے ائمہ علل کے اقوال بھی ذکر کر دیتے ہیں، یوں جامع ترمذی علوم حدیث، اسماء ورجال اور جرح وتعدیل کی بہترین کتاب ہے، نیز ائمہ وفقہا کا فقہی مذہب بھی ذکر کر دیتے ہیں، اس میں راجح رائے کی نشاندہی فرما دیتے ہیں، آپ رحمہ اللہ نے تمام ائمہ فقہا کے اقوال کی سندیں ''علل صغیر'' میں ذکر کر دی ہیں۔ اپنی جامع میں موقوفات اور مقطوعات بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ روایت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں، بعض مقامات پر حدیث کی مخفی علتوں پر مطلع کرتے ہیں۔ جامع ترمذی میں تفسیر کا وافر حصہ موجود ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الْجَامِعِ عِلْمٌ نَافِعٌ، وَفَوَائِدُ غَزِيْرَةٌ، وَرُؤُوْسُ الْمَسَائِلِ، وَهُوَ أَحَدُ أُصُوْلِ الْإِسْلَامِ.

''جامع ترمذی علم نافع، بے پایاں فوائد اور اہم اور بنیادی مسائل پر مشتمل کتاب ہے، جامع ترمذی اسلام کے اصولوں میں سے ایک ہے۔''

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء : 13/274)

امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں جا بجا حسن صحیح، حسن غریب، حسن اور غریب کی اصطلاحات ذکر کرتے ہیں۔

''حسن صحیح'' کے معنی میں کئی اقوال ہیں، راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ سند کے کسی راوی

کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے، بعض اسے حسن الحدیث خیال کرتے ہیں اور بعض صحیح الحدیث۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے حسن صحیح کہہ دیا۔ اس اعتبار سے عبارت یوں ہوگی: حسن او صحیح۔ اختصار کے لیے ''او'' کا لفظ حذف کر دیا، واللہ اعلم!

کبھی کبھی ''حسن صحیح غریب'' یا ''حسن غریب صحیح'' بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس میں بھی اس احتمال کی طرف اشارہ ہے کہ سند کا کوئی راوی حسن الحدیث ہے یا صحیح الحدیث۔ غریب کہہ کر یہ فائدہ دیا کہ اس سند کے کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہے، جس کی متابعت نہیں۔ یا یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ایک اعتبار سے حسن لذاتہ ہے اور ایک اعتبار سے صحیح لغیرہ ہے، کیونکہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ سے بنتی ہے۔

''حسن غریب'' سے مراد حسن لذاتہ ہے اور ''حسن'' سے مراد حسن لغیرہ ہے، کیونکہ حسن لغیرہ، حسن لذاتہ سے بنتی ہے۔ یہ محدثین کی اصطلاح ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کی ''حسن'' کی خاص اصطلاح بھی ہے، آپ رحمہ اللہ ''ضعیف'' روایت پر بھی ''حسن'' کا لفظ بول دیتے ہیں، وہاں محدثین والی ''حسن'' مراد نہیں۔

یاد رہے کہ کسی اصطلاح کا معنی اگر مصنف خود بیان کر دے، تو فبہا ونعمت۔ اگر بعد والے اہل علم تتبع اور استقرائے تام سے اصطلاح کا معنی واضح کریں، تو کئی ایک احتمالات باقی رہ جاتے ہیں۔

وفات:

امام ترمذی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات ۲۷۹ھ میں ''ترمذ'' میں ہوئی، رحمہ اللہ تعالیٰ!